

## محمود گامی اور مثنوی شیریں خسرو مع اردو ترجمہ نسخہ باڈلین لائبریری، اوکسفرڈ کی روشنی میں

شمینہ کوثر

ساجد صدیقی نظامی

### Abstract:

Mahmood Gami (d. 1855) was a renowned Kashmiri poet of the 19th century who served his mother tongue through his magnificent poetry. He initiated the tradition of writing mathnawi in Kashmiri literature, which he translated and adapted from the Persian. He made a start with his first mathnawi *Shirin Khusro* originally written by well-known Persian poet Nizami Ganjawi. This article first time introduces a manuscript of above-mentioned mathnawi which is preserved in Bodleian Library, University of Oxford, UK. It also presents a concise introduction of the writer and the mathnawi as well along with the comparison of manuscript and edited text of *Shirin Khusro*.

**Keywords:** Mehmood Gami, Nizami Ganjawi, *Shirin Khusro*, Mathnawi, Editing, Translation

MS. Kashm. ۱۶ d. تحت ایک مخطوطہ محفوظ ہے۔ ۳۱ اوراق پر مشتمل اس خطی نسخے میں معروف کشمیری شاعر محمود گامی کی مثنوی شیریں خسرو کا کشمیری زبان میں متن کتابت کیا گیا ہے۔ ورق کا طول و عرض ۲۸.۳/۱۷ اور ۱۷ سنٹی میٹر ہے۔ ورق ۱۱ سے مثنوی کے متن کا آغاز ہوتا ہے اور ۳۰ ب تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ۳۰ ب اور اکتیسویں ورق پر اردو زبان کی ایک تحریر میں محمود گامی اور ان کی شعری تخلیقات کا تعارف کروایا گیا ہے۔ ترقیہ کا پتا نہیں ملتا۔ بیشتر اوراق پر اشعار آمنے سامنے لکھے گئے ہیں لیکن ورق ۱۳، ۱۵، ۱۶ پر اشعار اوپر نیچے درج کیے گئے ہیں۔

قابل ذکر امر ہے کہ اس خطی نسخے میں ہر شعر کے نیچے اردو زبان میں اس کا منثور لفظی ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ کشمیری زبان میں اشعار سیاہ روشنائی سے جبکہ اردو ترجمہ سرخ روشنائی سے قدرے خفی انداز میں قلم بند کیا گیا ہے۔ کشمیری زبان میں اشعار پر اعراب کا اہتمام بھی ہے۔ یہ اعراب سرخ روشنائی سے لگائے گئے ہیں۔ ترک کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ خطی نسخے سے اردو ترجمے کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ نہ ہی نسخے کے اختتام پر دیے گئے نثر پارے سے کسی کاتب یا مترجم کا اشارہ ملتا ہے۔ خطی نسخے کی تاریخ کتابت کے اعتبار سے کچھ معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ شیریں خسرو کے متن کے اختتام پر جو اردو تحریر درج کی گئی ہے، اس میں لکھا ہے:

ملک کشمیر میں کشمیری زبان کے شعر کہنے میں بے نظیر اور نامی گرامی تھا۔ تادم حال جو ان

کی فوتیگی کو تخمیناً ۳۵ سال ہوئے ہیں کوئی شاعر کشمیری نظم کے بنانے میں ان کی برابری

اور ہمسری نہیں کر سکتا۔ (ورق ۳۰ ب)

محمود گامی کی وفات ۱۸۵۵ء میں ہوئی۔ اس اعتبار سے یہ خطی نسخہ ۱۸۹۰ء کے لگ بھگ کتابت کیا گیا ہے۔ نسخے کا آغاز بسم اللہ

کے بعد ان اشعار سے ہو رہا ہے:

زمین و آسمان و عشق و عرفان

زمین اور آسمان اور عشق اور عرفان

اول حمد تمس پم پیدہ کر جان

پہلے صفت اس کو جس نے پیدا کی جان

بر اصحابِ کبار و آلِ امجد  
 اوپر اصحابِ بزرگ اور آلِ بزرگ کے  
 وئی شیریں خسرو عشق فریاد  
 کہوں شیریں خسرو اور عشق فریاد کا  
 سُو خسرو چھوٹی پُوٹر نوشیروانن  
 وہ خسرو ہے پوتا نوشیروان کا  
 چو ماہ چار دہ تابندہ خوش رُو  
 مانند چاند چودھویں رات کے چمکنے والا خوب صورت (ورق ۱۷ ب)

درو دے نہایت بر محمد  
 درود بے نہایت اوپر محمد کے  
 ز بعد حمد و نعتش تھاؤ تم یاد  
 پیچھے حمد اور نعت اس کی کے رکھ مجھ سے یاد  
 چُھو فرماون نظامی داتہ مانن  
 ہے فرماتا نظامی چاہیے ماننا  
 چہار دہ سالہ شاہ چار ابرو  
 چودہ برس کا بادشاہ چار ابرو

متن کا اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے:

ولے ماند نکو نامی بہر سُو  
 لیکن رہتی ہے نیک نامی ہر طرف  
 بحال عاشقان اکتون نظر کن  
 ساتھ حال عاشقوں کے اب نظر کر  
 چہ روزن عاشقن منز اک کتھا یاد  
 ہے رہتا درمیان عاشقوں کے ایک بات یاد  
 ز گفتن در نوشتن یافت اتمام  
 کہنے سے بچ لکھنے کے پایا اختتام  
 غلام درگہش محمود گامی  
 غلام درگہ اس کی کا محمود گامی (ورق ۳۰ ب)

نماند دوست نی دشمن پری رو  
 نہیں رہتا ہے دوست نہ دشمن پری کے منہ والا  
 بیا محمود گامی مختصر کن  
 آ محمود گامی مختصر کر  
 نہ خسرو نی سہ شیریں نی سُو فریاد  
 نہ خسرو نہ وہ شیریں نہ وہ فریاد  
 بحکم شاہ حبیب اللہ ملک نام  
 ساتھ حکم شاہ حبیب اللہ ملک نام کے  
 درود رحمت حق بر نظامی  
 درود رحمت حق کی اوپر نظامی کے

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، مثنوی شیریں خسرو کا متن مکمل ہونے کے بعد اردو نثر میں ایک مختصر تحریر قلم بند کی گئی ہے، جس میں محمود گامی کی شخصیت، تصانیف اور شعری مرتبے پر روشنی ڈالی ہے۔ اس تحریر اور مثنوی کے متن و ترجمے کا کاتب ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں اس تحریر کی اہمیت کے پیش نظر اس کا متن بھی درج کیا جا رہا ہے:

تخمیناً عرصہ ساٹھ سال کا ہوا ہے کہ اس قصہ عشق شیریں خسرو کو محمود گامی صاحب مرحوم مغفور نے بموجب حکم ملک حبیب اللہ شاہ، حاکم اس وقت کے، تصنیف کیا ہے اور یہ شاعر فارسی اور عربی میں چنداں لیاقت اور دسترس نہیں رکھتا تھا۔ الا ملک کشمیر میں کشمیری زبان کے شعر کہنے میں بے نظیر اور نامی گرامی تھا۔ تادم حال جوان کی فوتیگی کو تخمیناً ۳۵ سال ہوئے ہیں کوئی شاعر کشمیری نظم کے بنانے میں ان کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ نظامی فارسی شعر بنانے میں استاد ہو چکے ہیں، ویسا ہی کشمیری شعر کہنے میں شہرہ آفاق ہوئے ہیں۔ اور نیز عاشق صادق اور فقیر مست المست، صورت پرست تھے۔ جہاں کہیں کسی عورت کو خوبصورت اور نیک سیرت سنتے تھے تو ہزار کام چھوڑ کر ضرور واسطے دیکھنے جمال مہر شمال اس کے جاتے تھے۔ اور ان کی تعریف اور توصیف میں موافق حال فی البدیہہ غزلیات اور شیریں زبان کشمیری کہتے تھے۔ اور ہمیشہ عالم لوگ ان کے پیچھے رہتے تھے۔ جو کچھ کہ ان کی زبان گوہر نشان سے نکلتا تھا فوراً قلم

بند کر لیتے تھے۔ چنانچہ کئی قصے اور کتابیں مثل لیلیٰ مجنوں اور زلیخا وغیرہ کتب متفرق اور ابیات اور غزلیا تمشعر احوال کثیر الاختلال، صعوبت اور عقوبت اٹھانے عاشقوں کے فرقت معشوقوں سے، تصنیف کر یہیں۔ علیٰ ہذا القیاس کتاب ہذا بھی اسی قسم کی تالیف کری ہے۔ اس میں بھی حال پر ملال، عاشق ہونا خسرو کا شیریں پر اور صد ہا طرح کی مصیبت اور بے قراری اور آہ و زاری کھینچنا اس کی جدائی میں اور پھر پیدا ہونا رقیب خسرو کا فرہاد پہلوان اور رشک سے پہاڑ بیستون پر بھیج کر مروانا فرہاد کا ازراہ فریب، معرفت ایک عورت ضعیفہ محتالہ مکارہ کے۔ بعد ازاں ملنا شیریں کا خسرو کو بذریعہ شاور رفیق ہمازا اپنے کے اور آخر کار خسرو نے [کندا] چاشنی موت کی چکھنا از دست، شیرویہ فرزند اپنے کے۔ اور جزع و فزع کرتے رہنا شیریں کا در بدر۔ اسی طور کا مضمون برجستہ درج ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ کشمیر میں ایک لڑکا اس شاعر کا، مقام شاہ آباد میں حیات اور موجود لیکن علم و ہنر اور شاعری کے جوہر سے محروم اور عاری ہے۔ فقط۔ (ورق

۳۰ تا ۳۱ ب)

اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ کشمیری شاعری کے اردو تراجم کی روایت میں شدیدیں خسرو کا مذکورہ بالا زیر متن ترجمہ اولیت رکھنے کا مستحق ہے۔ اگرچہ یہ منظوم / با محاورہ نہیں ہے اور نہ ہی اس ترجمہ کار کے بارے میں ضروری اور بنیادی معلومات ملتی ہیں، اس کے باوجود اس کا زمانی تقدم اسے کشمیری شاعری کے اردو تراجم کی روایت میں ممتاز بناتا ہے۔ کشمیر کو خدائے ذوالجلال کریم نے جس قدر خوبصورتی سے نوازا ہے وہیں اُس کی زبان بھی اتنی ہی مٹھاس سے بھرپور ہے۔ کشمیری زبان کا اثاثہ وہاں کے شعراء کی شاعرانہ تخلیقات ہیں۔ ان تخلیقات کی بدولت کشمیری قوم کی صدیوں پرانی روحانی فکر و نظر کی دلفریب صورتیں ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتی ہیں۔ بقول پریم ناتھ بزاز:

کشمیری اہل قلم کی ایک کثیر تعداد نے اپنے فکر و نظر کے اظہار و بیان کے لیے اپنی مادری زبان کو اختیار کیا تھا۔ دراصل اپنے وقت کا اصلی کشمیر فارسی نغموں میں نہیں بلکہ کشمیری شاعری میں ملتا ہے۔ (۱)

کشمیر ہمیشہ سے علم و ادب کا مرکز رہا اور کشمیریوں نے علم و ادب کی ہر شاخ پر طبع آزمائی کی اور اپنے فن کا لوہا دنیا میں منوایا۔ اسی طرح انھوں نے کشمیری شاعری میں بھی بہت نام پیدا کیا۔ بقول غلام محی الدین صوفی:

Kashmir has a small but respectable list of literary works. (2)

محمود گامی بھی کشمیر کی ان نامور شخصیات میں سے ایک ہیں جنھوں نے اپنے کلام کی بدولت کشمیری زبان کو عروج بخشا۔ گامی انیسویں صدی کے صوفی شاعر ہیں جنھوں نے فارسی زبان کے عروج کے دور میں اپنی مادری زبان کو ذریعہ اظہار بنایا اور اُس میں وہ مقام حاصل کیا جو کہ بعد میں آنے والے شعراء کو کم ہی نصیب ہوا۔ اُن کے ہم عصر شاعر ولی اللہ متونے گامی کو اس طرح نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے:

خصوصاً کاشمیرین منز مرد نامی چھ کیاہ کم این زمان محمود گامی (۳)

[خصوصاً کشمیر میں ایک نامی گرامی فرد ہے اس زمانے میں محمود گامی کی کیاشان ہے!]

محمود گامی کے کلام میں ہمیں کشمیر کے شاندار ماضی کی تصویر نظر آتی ہے۔ جس میں کشمیریوں کی زندگی کے ہر پہلو کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے اس شاندار ماضی کے گم ہونے کا احساس شدت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ ہم کیا تھے اور ہم کیا رہ گئے ہیں۔

لگی نے رمہ ریشن آئے مے چھم چون تمنا

ارمان چائی تم کس درائے، مے نومائے مشائی زاہ (۴)

کشمیر میں اس عظیم شاعر کی پیدائش اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے مفکرین کی مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ محمود گامی کی پیدائش کے حوالے سے شفیع شوق لکھتے ہیں: محمود گامی ۱۷۶۵ء میں ڈورو گاؤں میں ایک علمی وادبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ (۵) حبیب کیفیوی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

تیسرے دور کا آغاز محمود گامی کی اسلامی فکر میں رچی بسی شاعری سے ہوتا ہے جس نے

کشمیری زبان کو صحت مند ادب سے نوازا اور نئی تشبیہیں اور استعارے استعمال کئے۔

کشمیری زبان کا ہیگنہ روزگار شاعر ۱۷۶۵ء میں پیدا ہوا۔ کشمیری ادب میں انھوں نے

قابل قدر اضافہ کیا۔ (۶)

محمود گامی جبہ خاتون کے ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس درمیانی طویل عرصے میں کشمیری شاعری اور ادب کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اس دور میں محمود گامی وہ واحد نام ہے جنھوں نے کشمیری ادب اور شاعری کو عروج بخشا۔ جب محمود گامی پیدا ہوئے تو کشمیر میں فارسی زبان کا چلن تھا۔ چنانچہ محمود گامی نے ابتدائی تعلیم کشمیر کے روایتی انداز کے مطابق عربی اور فارسی زبان میں حاصل کی اور اُس پر عبور حاصل کیا۔ بقول پروفیسر حامدی کشمیری:

محمود گامی اٹھارویں صدی میں پیدا ہوئے اور انیسویں صدی میں ۹۰ سال کی عمر میں

وفات پا گئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات تحقیق طلب ہے۔

جہاں تک ان کی تعلیم کا تعلق ہے یہ بات حقیقت طلب ہے کہ وہ علمی اور ادبی گھرانے

سے تعلق رکھتے تھے اور انھوں نے عربی اور فارسی کی مروجہ تعلیم گھر سے ہی حاصل کی

اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے فارسی شاعری کا وسیع مطالعہ کیا تھا۔ (۷)

محمود گامی کا گھرانہ کشمیر کا علمی وادبی گھرانہ تھا۔ محمد یوسف ٹینگ لکھتے ہیں کہ:

محمود گامی علمی گھرانے کا لاڈلا تھا اور ان کا گھرانہ ایک پیروں کا گھرانہ تھا اور اس زمانے

میں یہی لوگ زیادہ تر پڑھے لکھے ہوتے تھے اور محمود گامی نے رواج کے مطابق فارسی اور

عربی کی تعلیم گھر سے حاصل کی ہے اور محمود گامی کا کلام پڑھ کر یہ بات منظر عام پر آئی

ہے کہ ان کا فارسی زبان پر گہرا مطالعہ تھا یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں ہمیں فارسی

کے بڑے شعراء سعدی، حافظ، رومی، جامی اور نظامی کی شاعری کے اثرات نظر آتے

ہیں۔ (۸)

ترلوک ناتھ رائے لکھتے ہیں کہ:

Gami was educated in persian and Arabic by his father, a well-known moulvi. (9)

اس زمانے میں مشائخ کے گھرانوں میں دینی تعلیم کے علاوہ گلستان، بوستان، مثنوی مولوی رومی وغیرہ اور فارسی ادب عالیہ کا مطالعہ ضروری تھا اور حقیقت میں محمود گامی نے بچپن میں ہی ان سب پر عبور حاصل کیا تھا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ محمود گامی کا ابتدائی ذریعہ معاش درس و تدریس تھا مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ پیری مرید کا آبائیسلسلہ بھی چلتا رہا۔ بقول شفیع شوق:

وہ پیشے کے لحاظ سے مکتب میں پڑھاتے تھے اور پیری مریدی کی وجہ سے مشہور ہوئے،  
خوش نویسی میں بھی دلچسپی رکھتے تھے ان کے زمانے کے بہت سے خوش نویس ان کے  
کلام کے نسخے بنا کر دوستوں اور احباب میں بانٹتے تھے۔ (۱۰)

جب محمود گامی کی مقبولیت پورے کشمیر میں پھیل گئی تو ان کو مختلف القابات سے پکارا جانے لگا۔ بقول عبد الاحد آزاد:

جب محمود کی شہرت بڑھنے لگی اور سرینگر کے اہل ذوق تک ان کی آواز پہنچی تو انھوں نے  
محمود کو گامی کا لقب دیا۔ حسن اتفاق سے محمود اس لقب سے مشہور ہو گئے۔ انھوں نے  
اس لفظ حقارت (گامی) دہقان کییہاں تک قدر کی کہ اپنے شعروں میں محمود گامی ہی  
تخلص کی جگہ لانے لگے۔ (۱۱)

پی این کے بازنئی محمود گامی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

Mahmud Gami Born in village of Duru, near veering.  
Mahmud Gami was prolific writer and produced in  
Kashmiri the Panchganj that the five well known  
romances like Yusuf Zulaikha, Laila Majnu and Shirin  
Khusru.(12)

محمود گامی اٹھارہویں صدی میں افغان دور میں پیدا ہوئے اور تین حکومتوں کو دیکھا۔ معاہدہ امرتسر کے ۹ سال بعد وفات  
پائی۔ انھوں نے اپنی زندگی میں بہت کٹھن حالات دیکھے جس نے ان کی شاعری پر بڑا اثر کیا تھا۔ ان کی وفات کے حوالے سے پریم ناتھ  
بزاز لکھتے ہیں:

Mahmud Gami died in 1855 AC. and was buried at  
Arwadri near Doru where a simple rustic memorial still  
stands over his grave in a dilapidated condition. (13)

محمود گامی کی وفات کی تقریباً ایک صدی بعد ۱۹۵۰ء کی دہائی میں ریاستی حکومت نے ان کی ادبی خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے  
ان کے آبائی گاؤں کا نام محمود آباد رکھ دیا۔ سید رسول پونیر لکھتے ہیں:

محمود گامی ۱۸۵۵ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے، جب وہ تقریباً ۹۰ سال کے تھے۔ ان  
کو شاہ آباد ڈورو میں اپنے آبائی گاؤں میں دفن کیا گیا۔ سابق وزیر اعظم جموں و کشمیر بخشی  
غلام محمد کے دور حکومت میں اس کا نام بدل کر محمود آباد رکھا گیا۔ (۱۴)

**شیریں خسرو**

محمود گامی کی شاعری کا دور وہ دور تھا جب کشمیر میں ہر طرف فارسی کا چرچا عام تھا۔ اگرچہ محمود گامی نے اپنی شاعری کا آغاز فارسی زبان میں کیا تھا مگر انھوں نے بہت کم فارسی زبان میں اشعار کہے۔ ان کا زیادہ تر کلام کشمیری زبان میں ہی ہے۔ یوسف ٹینگ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

فارسی منز شاپیری شور و کرنکو آسء ہن تمس نش ز سبب  
اکھ یہ ز علمی مجلسن منز اوس تمہ و قتہ کاشرس کا نہہ  
مازان د ویم یہ ز لوکچا رس منز چہہ محمود نس ذیہنس پیٹھ  
فارسی زبانو شاپیری ہندز بردس اثر اوس مت تہ تمنی تہ  
چہہ نظامی یس تہ جامی یس ہم پلہ بنہ نیچ کوشش کر مژ۔  
(۱۵)

[ترجمہ: فارسی میں شاعری شروع کرنے کی ان کے پاس دو وجوہات تھیں ایک تو یہ کہ اس وقت علمی مجالس میں کشمیری زبان کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ دوسرا یہ کہ بچپن میں محمود کے ذہن پر فارسی زبان اور شاعری کا زبردست اثر تھا اور جس کی وجہ اُس نے بھی نظامی اور جامی کے ہم پلہ بننے کی کوشش کی۔ ان دو شاعروں کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کے لیے محمود نے اپنے نام کے ساتھ گامی لگا دیا:  
چاؤنی تاریف کران نظامی چاؤنی توصیف پران جامی ونہ کیاہ وونی محمود گامی یا  
رسول سلام علیک (۱۶)]

[آپ کی تعریف نظامی کرتے ہیں اور آپ کی توصیف جامی کرتے ہیں اب محمود سوائے اس کے اور کیا کہے گا: یار رسول سلام علیک]  
محمود گامی کشمیر کے وہ نامور شاعر ہیں جنہوں نے فارسی طرز پر کام کیا۔ محمود گامی کو فارسی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا اور ان کا فارسی شعراء کے حوالے سے مطالعہ بھی نہایت وسیع تھا۔ جس کا اظہار وہ اپنے کشمیری کلام میں بارہا فارسی الفاظ اور ترکیبات کا استعمال کر کے کرتے ہیں۔ گامی نے شاعری کی ابتداء فارسی میں کی تھی لیکن کچھ وقت گزرنے کے بعد انھیں احساس ہوا کہ ان کے نازک احساسات اور تجربات کے اظہار کے لیے مادری زبان زیادہ موثر اور کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انھوں نے کشمیری زبان کو ذریعہ اظہار بنا لیا۔ پروفیسر سوم ناتھ وکھلو اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

One of the earliest poets who follow Persian Pattern was Mahmood Gami. He wrote romance like Yousuf Zulaikha, Laila Majnu and Shirin Khusru, etc. his description are trite and graphic. (17)

محمود گامی نے اپنی مادری زبان کو عروج دلوانے کے لیے انتھک محنت کی۔ اپنی زبان سے اس قدر محبت کی وجہ سے آپ گامی کہلائے۔ آپ نے ”وژن“ کے علاوہ غزل اور مثنوی کو کشمیری زبان میں متعارف کروایا، جس کی وجہ آپ کا فارسی زبان کے نامور شعراء امیر خسرو، شیخ سعدی، حافظ شیرازی، رومی اور نظامی کے شاعرانہ کلام کا گہرا اور وسیع مطالعہ تھا۔ اصناف شاعری میں مثنوی میں گامی نے اپنے بھرپور جوہر دکھائے۔ ترلوک ناتھ رینا لکھتے ہیں:

He will be most remembered as the first poet to introduce the masnavi in Kashmiri Literature. He made a start with Sheeren Khusrus and ended about 60 years later with Haroon Rasheed. (18)

محمود گامی نے فارسی مثنوی کو کشمیری سانچے میں ایسے ڈھالا کہ اس کو کشمیری زبان کا بنا دیا۔ آپ نے مندرجہ ذیل فارسی مثنویوں کو کشمیری زبان میں ڈھالا: (i) مثنوی بیوسف زلیخا (ii) مثنوی لیلیٰ مجنوں (iii) شیریں فرہاد (iv)

مثنوی ہارون رشید (v) قصہ شیخ صنعان (vi) محمود غزنوی (vii) شیخ منصور (viii) بہار نامہ (ix) پہیلی نامہ (x) یک حکایت۔

کشمیر کے نامور ادیب اور محقق شفیق شوق، محمود گامی کی مثنوی نگاری کے حوالے سے کچھ اس طرح سے رقم طراز ہیں:

محمود گامی مثنوی نگاروں میں سب سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ ان کی مثنویوں سے بھی پہلے کچھ نمونے ملتے ہیں مگر محمود گامی کی شیریں خسرو کو ہم پہلی مکمل مثنوی کہہ سکتے ہیں۔ انھوں نے تقریباً دس مثنویاں لکھی ہیں اور سب فارسی سے مستعار لی ہیں چونکہ اسلامی تاریخ اور اساطیر کشمیریوں نے مکمل طور پر اپنایا ہوا تھا لہذا محمود گامی نے بھی اپنی مثنویوں کے لیے ایرانی ادب سے اپنے پلاٹ اور اپنی زبان میں پیش کیے۔ (۱۹)

کلیات محمود گامی میں مثنوی شیریں خسرو کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ محمود گامی کی مثنوی مولانا نظامی

کی مثنوی سے مستعار لی گئی ہے اور وہی نام بھی اپنایا گیا ہے۔ بقول محمد یوسف ٹینگ:

”کلیات محمود گامی میں جو ترتیب شیریں خسرو مثنوی کو دی گئی ہے اس کے لیے تین اہم قلمی نسخے اور ایک چھاپی نسخے کو سامنے رکھ کر ترتیب دی گئی ہے۔ ایک نسخہ مجبوراً بھیریری کا ہے جو کہ ۱۲۲۸ھ میں نقل کیا گیا ہے اور اس کے آخر پر یہ عبارت تحریر ہے: ”کتاب شیریں خسرو بابت خواندن از دست خود تحریر یافت“۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ محمود نے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے۔ (۲۰)

مثنوی شیریں خسرو محمود گامی نے ۱۱۹۹ھ (۱۷۸۵ء) میں تصنیف کی۔ چونکہ گامی نے یہ مثنوی اوائل عمری میں لکھی تھی اس لیے اس میں کئی ایک فنی کوتاہیاں نظر آتی ہیں۔ لیکن انھیں نظر انداز کیا جاسکتا ہے کیوں کہ یہ ان کی پہلی مثنوی ہے۔ بقول عبدالاحد آزاد:

محمود گامی کا زمانہ کشمیری شاعری کے بچپن کا زمانہ ہے۔ جن باتوں کو ہم محمود گامی کی خامیاں قرار دیتے ہیں یہ حقیقت میں اس بچے کی معصوم اور طفلانہ حرکات ہیں جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔ (۲۱)

خامیوں اور لغزشوں کے باوجود ہمیں محمود گامی کے یہاں شاعری کی عمدہ مثالیں بھی ملتی ہیں۔ محمود گامی نے شیریں خسرو کا مخلص انداز میں کشمیری زبان میں بیان کر دی ہے۔ گامی کی شیریں خسرو کے مطابق کہانی کو اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا جاسکتا ہے: خسرو اپنے دوست کی زبان سے شیریں کے حسن کے بارے میں سنتا ہے اور اُس پر عاشق ہو جاتا ہے وہ شیریں کے باغ میں ایک تصویر ایک درخت کے ساتھ آویزاں کر دیتا ہے۔ شیریں تصویر دیکھ کر خسرو کی دیوانی ہو جاتی ہے۔ جیسے تیسے کر کے ان کی ملاقات ہوتی ہے۔ مگر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد شیریں خسرو سے بد دل ہو جاتی ہے اور خسرو بھی کہیں اور شادی کر لیتا ہے۔ دوسری طرف ایک سنگ تراش فرہاد شیریں کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ مگر شیریں آزمانے کے لیے اُس کو پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر نکالنے کی شرط رکھتی ہے۔ فرہاد اپنی جان پر کھیل کر یہ شرط پوری کرتا ہے مگر خسرو ایک بوڑھی عورت کے ذریعے فرہاد تک یہ خبر پہنچاتا ہے کہ شیریں مر گئی ہے۔ فرہاد یہ خبر سُن کر اپنے سر پر کلہاڑی مار کر خود کشی کر لیتا ہے۔ اس کے بعد خسرو دوبارہ شیریں سے نکاح کر لیتا ہے۔ مگر اس کی

دوسری بیوی کا بیٹا اس پر عاشق ہو جاتا ہے وہ اپنے باپ کا سوتے میں قتل کر دیتا ہے تاکہ وہ شیریں کو حاصل کر سکے اور شیریں بھی آخر میں خود کشی کر لیتی ہے۔ محمود گامی کے اس اختصار کو سامنے رکھتے ہوئے ناجی منور نے اس کا تجزیہ کچھ اس طرح کیا ہے:

مثنوی شیریں خسرو اُس نے ۱۱۹۹ھ (۱۷۸۵ء) میں لکھی۔ مثنوی کی فنی کوتاہیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے لگتا ہے کہ یہ اُس کی اولین مثنوی ہے۔ مثنوی کے کچھ حصے گم ہوئے ہیں جس کی وجہ سے اس کا تسلسل خراب ہوا ہے۔ اس کے کردار ٹھیک طرح سے واضح نہیں ہوتے۔ شاعر نے صرف کہانی کو مختصر بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ شیریں خسرو مثنوی غیر ضروری اختصار مگر اس کے باوجود شاعرانہ خوبیوں کے بغیر نہیں ہے۔ اس میں کئی خوبصورت اشعار بیان کیے گئے ہیں۔ (۲۲)

محمد یوسف ٹینگ نے بھی قصے کے تسلسل میں کچھ جزئیات کے مذکور نہ ہونے کے تعلق سے اظہار خیال کیا ہے۔ نیز گامی کے ہاں فارسیت کے غلبے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ممکن ہے کہ محمود نے اس مثنوی میں کئی اور بھی اشعار لکھے ہوں جو ادھر ادھر قلمی نسخوں میں درج ہوں۔ اس کے علاوہ مثنوی کے کچھ حصے سے بھی لگتا ہے کہ گم ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے مختلف نسخوں میں مختلف اشعار درج ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ محمود گامی کی اس مثنوی کا وہ تسلسل نہیں رہا جو کہ نظامی کی فارسی مثنوی کا ہے۔ کئی اشعار کی سبجہ نہیں لگتی کہ شاعر کیا کہنا چاہ رہا ہے۔۔۔ شاید اس مثنوی کی وجہ سے محمود پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے کشمیری زبان میں فارسیت کو لایا ہے۔ نہیں تو اس نے جو میٹھی اور خالص زبان یوسف زلیخا، شہنشاہ، صنغان، ہارون رشید اور دوسری مثنویوں میں استعمال کی ہے وہ اس کے بعد کسی اور مثنوی نگار نے استعمال نہیں کی۔ (۲۳)

محمود گامی نے جس وقت شیریں خسرو تصنیف کی، اُس وقت اُن کی عمر ۲۶ سال تھی۔ بھرپور جوانی کا زمانہ تھا۔ شیریں خسرو اُن کی ابتدائی مثنوی ہونے کی وجہ سے شاعرانہ خوبیوں سے اس قدر مالا مال نہیں ہے جتنی اُن کی باقی مثنویاں ہیں۔ اپنی اس مثنوی میں محمود گامی نے متعدد فارسی تراکیب کو استعمال کیا ہے۔ یہ مثنوی محمود گامی کا شاہکار بیانیہ صورت میں تسلسل سے چلتی ہے۔ یہاں تک کہ محمود گامی کے فن کی شاعرانہ عظمت شیریں کے کردار سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس کے رخسار کے تل کو شاعر نے خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے اور محبوب کے سراپا کو سر سے پیر تک بیان کیا ہے۔ مثنوی شیریں خسرو کو محمود گامی کی پہلی مثنوی مانا جاتا ہے۔ یوسف ٹینگ اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

کچھ جگہوں پر خامیاں ہونے کے باوجود شیریں مثنوی میں شاعر کے ابھرتے ہوئے ذہن کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اکثر جگہوں پر کچھ نادر تشبیہات کا استعمال کیا گیا ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ (۲۴)

مثنوی شیریں خسرو میں محمود گامی نے شیریں کے سراپے کو ایسے بیان کیا ہے کہ گامی کے بعد میں آنے والے شعراء نے رومانوی شاعری میں گامی کے انداز کو ہی اپنایا۔ جیسے محبوب کے رخسار پر سرخ تل کو دیکھ کر شاعر کہتا ہے:

شبان کیاہ خال تتہ برگ انارس دزان زن مرژ فول منز باگ نارس (۲۵)

[ترجمہ: اس برگ اتار جیسے چہرے پر وہ تل کیسا ج رہا ہے، جیسے کالی مرچ کا دانہ آگ کے درمیان جل رہا ہے۔]

شبان کیاہ خال تتہ برگ گو لابس تتھے یتھ سنگ اسود شوبہ کعبس (۲۶)

[ترجمہ: خوبصورت کیا خال اُس برگ گلاب کو، ایسا اُس کو جیسا سنگ اسود خوبصورت کعبہ کو]

محمود گامی کا کُل کلام ۱۹۷۷ء میں جموں و کشمیر کلچرل اکیڈمی سرینگر کے اہتمام سے کلیات محمود گامی کے نام سے محمد یوسف ٹینگ کی ترتیب کے ساتھ سامنے آیا۔ کلیات محمود گامی میں فاضل مرتب نے شاعرانہ کلام کے ساتھ ساتھ گامی کی مثنویوں کے قلمی نسخوں کے عکس بھی چھاپے ہیں۔ جس میں شیریں خسرو کے ایک قلمی نسخے کا عکس بھی شامل ہے۔ دوسری جانب گامی کی شیریں خسرو کا ایک خطی نسخہ ہاڈلین لائبریری، آکسفورڈ یونیورسٹی میں بھی موجود ہے۔ جس کا تعارف مضمون کے آغاز میں کروایا جا چکا ہے۔ ان دونوں خطی نسخوں کے متن کا تقابل کیا جائے تو قصے کی تفصیل اور جزئیات کے کچھ اختلافات بھی سامنے آتے ہیں۔ جیسا کہ کلیات محمود گامی میں مثنوی کے آغاز میں خسرو کو نوشیر وان کا چچا بتایا گیا ہے جبکہ وہ نوشیر وان کا پوتا تھا۔ جبکہ آکسفورڈ کے قلمی نسخے میں اُسے نوشیر وان کا پوتا ہی لکھا گیا ہے: جیسے

کلیات محمود گامی: سُہ خسرو چھے پتر نوشیر وان

نسخہ آکسفورڈ: سُہ خسرو چھوی پوتر نوشیر وانن (ورق ۱۷ب)

[ وہ خسرو ہے پوتا نوشیر وان کا ]

کلیات محمود گامی میں شیریں خسرو کے متن میں اشعار کی ترتیب بیشتر جگہ پر قصے کے تسلسل سے مطابقت نہیں رکھتی جبکہ آکسفورڈ کے نسخے میں ایسا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اول الذکر کلیات میں کتابت کی ایک غلطیاں ہیں۔ مثال کے طور پر

کلیات: ینے تمہ مست چشمو کر کہ گانگل تنے چھی ون دتتھ یم ہر نہ گانگل (۲۷)

آکسفورڈ: ینی تمہ مست چشمن کر خہ گرانگل تنی چھی ون رتت تم ہرنہ بانگل (ورق ۱۳ الف)

[جب ان مست آنکھوں پایا کھل بل تبھی سے ہیں جنگل پکڑے ہوئے وہ ہرن اور بارہ سنگھے]

یہاں گانگل کا مطلب کھا جانا ہے جو غلط ہے کیونکہ کشمیری زبان میں بارہ سنگھ کو ہانگل کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک جگہ ہے: ”نشاط و نشہ چھس عشوہ کر شمشہ“۔ جبکہ محظوظات میں نشاط نش چھس، شعر میں نشاط و نشہ خوشی اور نشہ کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ کلیات میں ”نشاط نش چھس“ (نشاط کے قریب) لکھا ہے جو کہ غلط معانی دیتے ہیں۔ کشمیری اشعار کی ترتیب اور املا کی غلطیوں کے حساب سے آکسفورڈ کا قلمی نسخہ زیادہ بہتر ہے کیوں کہ ترتیب بدلنے سے کئی جگہ پر الفاظ کی ہیئت بھی بدل دی گئی ہے۔ جس سے شعر کے معانی بدل جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر

آکسفورڈ: کر کھنی بس حر کھنی زہر قاتل خدائے زان کیتن وات بسمل (ورق ۲۳ ب)

[کرے گی نہ بس اور دور نہ کرے گی زہر قاتل کو خدا جانے کتنوں کو پینچے گی بسمل]

کلیات گامی: خودائے زانہ کیتن گزہ بسمل مرکہ نے تنس ہر کہ نے زہر قاتل (۲۸)

شیریں خسرو کا جو متن کلیات محمود گامی میں موجود ہے اُس میں خسرو کے دوست کا نام ”شاہ پور“ لکھا ہے

جبکہ نسخہ آکسفورڈ میں اُس کا نام ”شاہور“ لکھا ہے۔

کلیات گامی: شفیقا خاصہ اؤسٹس نائو شاہ پور (۲۹)  
 آکسفورڈ: شفیقا خاصہ اؤسٹس نام شاؤر (ورق ۲/الف)  
 [ایک شفیق خاص اس کا تھانام شاؤر]

بقول یوسف ٹینگ:

”نظامی بن چہ پنہ کتابہ منز ”شاؤر“ لیوکھمت قلمی

نوسخس منز تہ چہ شاؤر لیکھمت“۔ (۳۰)

[ترجمہ: نظامی نے اپنی کتاب میں ”شاؤر“ لکھا ہے اور قلمی نسخے میں بھی ”شاؤر“ لکھا ہے۔]

کلیات محمود گامی میں موجود شہیریں خسرو مثنوی کئی مقامات پر اشعار مکمل نہ ہونے کی وجہ سے بات ادھوری معلوم ہوتی ہے۔ جب کہ آکسفورڈ میں موجود نسخے میں ایسی کوئی خامی نظر نہیں آتی۔ آکسفورڈ کا نسخہ محمود گامی کے ہاتھ سے تحریر کیے گئے قلمی نسخوں میں زیادہ بہتر نسخہ لگتا ہے۔ یہ نسخہ املا اور زبان کے استعمال کے حساب سے بہتر ہے۔ جبکہ کلیات محمود گامی کی ترتیب کے دوران مد نظر رہا قلمی نسخہ کشمیری زبان کے حوالے سے غلطیوں سے مبرا نہیں ہے۔ کلیات محمود گامی میں کئی اشعار اضافی تحریر ہیں جو کہ آکسفورڈ کے نسخے میں نہیں ہیں۔ البتہ باڈلین لائبریری، آکسفورڈ میں محفوظ قلمی نسخہ کشمیری زبان اور املا کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے۔ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ محمود گامی کی مثنوی شہیریں خسرو کے متن کا مطبوعہ کلیات اور نسخہ آکسفورڈ کی روشنی میں تقابلی مطالعہ ایک علیحدہ تحقیقی مضمون کا متقاضی ہے۔

## حوالہ جات

- ۱۔ پریم ناتھ بزاز، تاریخ جدوجہد آزادی کشمیر، میرپور، آزاد کشمیر: ویری ناگ پبلشرز، ۱۹۹۲ء، ص: ۲۸۵
2. G.M.D Sufi, Kashir; Being a History of Kashmir, Vol II, University of the Punjab, Lahore, 1948, p 398
- ۳۔ عبد الاحد آزاد، کشمیری زبان اور شاعری، جلد ۲، سری نگر: جموں اینڈ کشمیر کلچرل اکیڈمی، ۱۹۸۳ء، ص: ۲۸۳
- ۴۔ شفیع شوق، کاشتر زبان تہ ادبک توارنخ، سری نگر، علی محمد اینڈ سنز، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۵۲
- ۵۔ ایضاً، ص: ۱۴۳
- ۶۔ حبیب کیفوی، کشمیر میں اردو (لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص: ۷)
- ۷۔ حامدی کشمیری، ”محمود گامی نہ شاعری اکھ سام“ مشمولہ ”انہار“، شعبہ کشمیری، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر، ۱۹۹۱ء، ص: ۱۲
- ۸۔ محمد یوسف ٹینگ (مرتب)، کلیات محمود گامی، سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹس، کلچر اینڈ لینگویج، ۱۹۷۷ء، ص: ۱۲
9. Trilokinath Raina, *A History of Kashmiri Literature* (Delhi: Sahitya Akademi, 2002), p 32
- ۱۰۔ شفیع شوق، کاشتر زبان تہ ادبک توارنخ، ص: ۵۹
- ۱۱۔ عبد الاحد آزاد، کشمیری زبان اور شاعری، جلد ۲، ص: ۲۸۶
12. P.N.K Bamzai, *Cultural and Political History of Kashmir* (Srinagar: Gulshan Books, 1994), p 270
13. Prem Nath Bazaz, *The History of Struggle for Freedom in Kashmir*, (New Delhi: Kashmir Publishing Company, 1954), p 286

- ۱۴۔ سید رسول پونیر، ”ہلی مجنوں: تنقیدی سام“، مشمولہ ”انہار“، شعبہ کشمیری، کشمیریونیورسٹی، سرینگر، ۱۹۹۰ء، ص: ۱۳۱
- ۱۵۔ محمد یوسف ٹینگ (مرتب)، کلیات محمود گامی، ص: ۱۲
- ۱۶۔ ایضاً
17. Somnath Wakhlu, The Rich Heritage of Jammu and Kashmir, (Delhi: Gyan Publisher, 1998), p 292
18. Trilokinath Raina, A History of Kashmiri Literature, pp 67-68
- ۱۹۔ شفیع شوق، کاشتر زبان تہ ادبک تواریخ، ص: ۱۵۴
- ۲۰۔ محمد یوسف ٹینگ (مرتب)، کلیات محمود گامی، ص: ۱۸
- ۲۱۔ عبدالاحد آزاد، کشمیری زبان اور شاعری، ص: ۲۸۹
- ۲۲۔ شفیع شوق، کاشتر زبان تہ ادبک تواریخ، ص: ۱۵۴
- ۲۳۔ محمد یوسف ٹینگ (مرتب)، کلیات محمود گامی، ص: ۱۸-۱۹
- ۲۴۔ ایضاً، ص: ۲۱
- ۲۵۔ ایضاً، ص: ۱۸۹
- ۲۶۔ ایضاً
- ۲۷۔ ایضاً، ص: ۱۸۷
- ۲۸۔ کلیات گامی، ص: ۲۱۳
- ۲۹۔ کلیات گامی، ص: ۱۸۷
- ۳۰۔ کلیات گامی، ص: ۱۸۷